

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اشارات

ہندوستان کی مرکزی اسمبلی میں کچھ مدت تک ایک مسودہ قانون زیر بحث تھا جس میں مسلمان عورتوں کے لیے فتح و تفریق کی کچھ آسانیاں تجویز کی گئی تھیں۔ اگرچہ اس مسودہ قانون میں متعدد نقائص تھے، اور اب کہ وہ آخر بار اسمبلی میں منظور ہو کر نکلا ہے، اس کے نقائص پہلے سے بھی کچھ زیادہ بڑھ گئے ہیں، لیکن ہم نے اس پر کسی قسم کا اظہار رائے نہیں کیا۔ اس بنا پر نہیں کہ ہمیں عورتوں کی اصلاح حال سے، یا قانون اسلامی کے صحیح و مکمل نفاذ سے دلچسپی نہ تھی۔ بلکہ محض اس بنا پر کہ ہم کسی مجلس قانون ساز کے اس حق کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں کہ وہ شریعت اسلامی کی دفعات کو نافذ کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرے، یا قانون شریعت کی دفعات پر اس حدیث سے بحث کرے کہ ان میں کیا چیز مناسب ہے اور کیا غیر مناسب، اور کسے نافذ کیا جائے اور کسے نہ کیا جائے۔ یہ حق خود مسلمانوں کی اپنی بنائی ہوئی کسی اسمبلی کو بھی نہیں ہے، کجا کہ انگریزوں کی بنائی ہوئی اسمبلی کو حاصل ہو، اور وہ بھی ایسی اسمبلی جس میں غیر مسلم اکثریت کے ووٹوں پر فیصلہ کا مدار ہو۔ قانون اسلامی کے متعلق اس قسم کے مسودات موجودہ حکومت کی بنائی ہوئی مجالس قانون ساز میں پیش کر کے خواہ چھوٹے چھوٹے فوائد کہتے ہی حاصل کر لیے جائیں، مگر سب سے بڑا اور سب سے زیادہ بھاری نقصان اس سے یہ پہنچتا ہے کہ ہم خدا اور اس کے رسول کے مقابلہ میں داس اور رائے اور اپنی کے حق تشریح کو تسلیم کرتے ہیں۔ تمام دنیا کے فوائد اس نقصان عظیم کے مقابلہ میں سچے ہیں۔ مسلمانوں کے گھروں کا تباہ ہو جانا اور ان کی ہستی کا مٹ جانا اس سے لاکھ درجہ بہتر ہے کہ مسلمان قرآن اور سنت کے احکام و قوانین کو غیر مسلم قانون سازوں کے سامنے نقد و تبصرے کے لیے پیش کریں، اور ان کے سامنے ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگیں کہ اس قانون کی۔۔۔ جسے ہم قانون الہی بھی ساتھ ہی ساتھ کہتے جاتے ہیں۔۔۔ فلاں

فلاں دیکھو ہمارے لیے قانون بنا دو۔ پھر وہ منظر جبکہ ایک طرف مسلمان یہ بھیکے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہو، اور دوسری طرف وہ غیر مسلم بھیلیں جو فیصلہ کا اختیار رکھتا ہے، اس کی آنکھوں کے سامنے شرعی قانون میں کانٹ چھانٹ کرنا ہو، حقیقتاً ایسا منظر ہوتا ہے کہ اس کو دیکھنے سے پہلے مسلمان کا ڈوب مرنا زیادہ بہتر ہے!

یہ معاملہ کچھ اس قدر ایمان سوز اور غیرت شکن ہے کہ اس پر قلم اٹھاتے ہوئے روح کو اذیت ہوتی ہے۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ حامیوں نے کرعلاء کرام تک نے اس مسودہ قانون کو اسمبلی کے سامنے پیش کرنے میں دلچسپی لی ہے، اور اس پر اس طرح زور دیا ہے کہ گویا دین و دنیا کی فلاح اسی پر منحصر تھی، تو دل پر پتھر رکھ کر چی پتا ہے کہ اس آخری منظر کا نقشہ یہاں کھینچا جائے جو مسودہ کی منظوری سے پہلے ۱۲ فروری کو اسمبلی میں دیکھا گیا، شاید کہ اسی سے مسلمانوں کی سوئی ہوئی غیرت میں کچھ حرکت پیدا ہو۔

مولوی سید مرتضیٰ صاحب نے ترمیم پیش کی کہ خلع اور فسخ و تفریق کے مقدمات صرف مسلمان حج ہی کے سامنے پیش ہونے چاہئیں۔ اس پر حکومت ہند کے رکن قانون سرائین این سرکار نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

”مگر انتظامی مشکلات سے قطع نظر، حکومت ہند اس اصول ہی کو تسلیم نہیں کر سکتی کہ ایک خاص فرقہ کے مقدمات کی سماعت اسی فرقہ کے حج کیا کریں۔ اس دوسرے فرقوں کے حجوں کی عدالتی راستہ پر حرج آتا ہے۔“

اس کے معنی و مفہوم پر غور کیجیے۔ جو حکومت اس اصول کو خود قائم کرتی رہی ہے کہ انگریز کے مقدمہ کی سماعت خود برہمنی کا مامور کردہ غیر انگریز حج بھی نہیں کر سکتا، جس حکومت نے اپنے حدود و مملکت ہی میں نہیں بلکہ ترکی اور مصر اور چین کی حکومتوں کے دائرہ اختیار میں بھی مدتوں یہ اصول تسلیم کر لیا کہ انگریزی قومیت والوں کے مقدمات غیر انگریزی عدالتوں میں پیش نہیں ہو سکتے، وہی حکومت ہم سے کہتی ہے کہ تمہارے شرعی مقدمات کے بارے میں یہ اصول تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ تمہاری ہی شریعت پر ایمان رکھنے والے ان کی سماعت کریں! تم کو اپنی عورتوں کے نکاح فسخ کرنے

اور تفریق بین المرز و زوجہ کے نازک معاملات بھی غیر مسلم جموں کے سامنے پیش کرنے پڑیں گے، چاہے وہ تمہاری شریعت پر ایمان نہ رکھتے ہوں اور تعلقات زن و مرد کے متعلق ان کے نظریات تمہاری شریعت کے نظریات سے بالکل مختلف ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر تمہاری شریعت یہ کہتی ہے کہ فسخ نکاح اور تفریق بین الزوجین قاضی شرعی کے بغیر جائز نہیں، تو کہا کرے۔ اگر تمہارے دین کی رو سے غیر قاضی کے فسخ و تفریق کا اعتبار نہیں، اور اس طرح عورت کا نکاح ثانی درست نہیں ہوتا تو ہمیں اس کی کیا پروا۔ جب تم خود اپنی شریعت کو ہمارے سامنے فیصلہ کے لیے پیش کر رہے ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تم نے خود ہی اپنے خدا اور رسول کے بجائے ہم کو شارع تسلیم کیا ہے۔ لہذا ہمارے اصول تمہاری شریعت پر مقدم ہیں۔ تمہاری شریعت تابع ہے اور ہمارے اصول متبوع!

کاش یہی جواب سن کر سہیلی کے مسلمان ممبروں کی آنکھیں کھلتیں اور وہ اس مسودے کو لائبریری کے منہ پر پار کر باہر نکل آتے۔

مگر سہیلی کے مسلمان ممبر! یہ مردم شماری کے مسلمان، جن کو ہماری قوم اپنے دوٹوں سے منتخب کر کے، اپنا نمائندہ بنا کر بھیجتی ہے۔ ان کی دینی حیثیت کے نونے تو بارہا دیکھے جا چکے ہیں۔ مگر کبھی مسلمانوں کو احساس ہی نہ ہوا کہ ہم کس نادانی کے ساتھ اپنا ووٹ استعمال کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک صاحب، جناب آصف علی نے کانگریس پارٹی کی طرف سے اس ترمیم کی مخالفت کی۔ دوسرے بزرگ جناب عبدالقیوم نے فرمایا کہ یہ ترمیم اصلاً غلط ہے۔ ملک میں پہلے ہی جو امتیازات (مثلاً ریلوے سٹیشنوں پر ہندو پانی اور مسلمان پانی) پھیلے ہوئے ہیں، ان کو قانون کی سرحدوں تک میں نہ پہنچا دینا چاہیے۔ یہ دونوں حضرات نیشنلسٹ مسلم جماعت کے گلہاے سرسبز اور متحدہ قومیت کے علمبردار ہیں۔ یہ کس طرح برداشت کر سکتے ہیں کہ مسلم و کافر کے امتیازات مٹنے کے بجائے اور بڑھیں، یہاں تک بڑھ جائیں کہ اسلامی شریعت کی تعبیر و تفسیر کا حق بھی غیر مسلم سے چھین لیا جائے! مسلمان عورت کا نکاح تک۔۔۔ غیر مسلم فسخ نہ کر سکے! ہندو پانی اور مسلمان پانی کی طرح ہندو شاستری اور مسلم قاضی کی آوازیں بھی ڈنگیں!

یہ اس متحدہ قومیت کی تفسیر ہے جس کے متعلق ہم کو قرآن و حدیث کی سند سے بتایا جاتا ہے کہ خدا بھی اس پر راضی ہے اور رسول کے عمل سے بھی ثابت ہے۔ ”امۃ مع المومنین“ والے معاہدہ کو پھر ذرا ملاحظہ فرمایا جائے۔ کچھ اس قومیت کا پتہ نشان بھی وہاں ملتا ہے کہ نہیں؟

مشرقی کانگریس نیشنلسٹ پارٹی کے لیڈر نے خوب کہا اور بالکل سچ کہا کہ:-

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ ان مقدمات کی سماعت کے لیے مسلمان جج پر کیوں اصرار کرتے ہیں۔ آپ خود ہی تو اسلامی پرنسپل لا کے بجائے مجلس قانون ساز کا بنایا ہوا قانون وجود میں لائے ہیں۔ آپ ایک غیر دینی مجلس سے اسلامی قانون کی تعبیر اور اس کے اطلاق کا تصفیہ کر رہے ہیں۔ اب اگر یہ مجلس قانون بنانے کا اختیار رکھتی ہے تو اس بات کا بھی اختیار رکھتی ہے کہ اس قانون کی تعبیر کا حق جن منصفوں کو چاہے دے، بلا اس لحاظ کے کہ ان کا عقیدہ کیا ہے“

یہ سیدھی اور صاف بات ایک غیر مسلم تو سمجھ گیا، مگر نہ سمجھے تو ہمارے وہ ماہرین قانون جنہوں نے مسودہ مرتب اور پیش فرمایا، اور وہ پیشوایان دین اور وہ علمبرداران حریت جنہوں نے انگریز کی قائم کی ہوئی غیر اسلامی مجلس آئین ساز کے سامنے اسلامی قانون کے نفاذ کی بھیک مانگنے کو نہ صرف جائز رکھا بلکہ اس کی پرزور تائید کی۔

میں مانتا ہوں کہ شریعت کے قوانین پوری طرح نافذ نہ ہونے سے ہمارے معاملات بگڑ رہے ہیں، ہماری معاشرت اور ہمارے تمدن کا نظام مختل ہو رہا ہے، ہمارے گھر تک خراب ہو رہے ہیں۔ ہمیں شرعی قانون کے نفاذ کی بلاشبہ ضرورت اور سخت ضرورت ہے۔ مگر اس کی یہ کونسی صورت ہے کہ ہم خدا اور رسول کے قانون کو انگریز کی اسمبلی کے سامنے پیش کریں، اور وہ جانچ پڑتال کے لیے سلکٹ کمیٹی کے حوالہ کیا جائے، اور اس کی دفعات پر کوئی سرکار، کوئی ایسی، کوئی آصف علی، کوئی عبدالقیوم رد و قدح کرے، اور ان کی تشریح کی

بنا پر نہ کہ اللہ اور اس کے رسول کی تشریح کی بنا پر وہ قانون، قانون بنے؟ چھوڑیے غیرت اور حمیت کے سوال کو۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ سرکار اور یہ اپنی اور یہ آصف علی اور عبدالقیوم ہوتے کون ہیں کہ یہ اسلامی قانون بنائے اور ان کا بنایا ہوا قانون مسلمانوں پر اسلامی قانون کی حیثیت سے نافذ ہو؟ اسلامی قانون تو وہی ہے جو حضرت خدا اور اس کے رسول کی سنکیشن سے قانون بنے۔ کسی عمر زید کا بنایا ہوا قانون، خواہ اس کی دفعات لفظ بلفظ اسلامی قانون سے ملتی ہوئی کیوں نہ ہوں، اسلامی قانون نہیں ہو سکتا، جبکہ اس کا قانون ہونا خدا اور اس کے رسول کے سوا کسی اور کی سنکیشن پر مبنی ہو۔ غیر مسلم حج نہ سہی، مسلمان حج بھی اگر مقرر کر دیا جائے تو وہ بھی ایسے قانون کی رو سے مسلمان عورت کا نکاح فسخ نہیں کر سکتا۔ مسلمان عورت خدا کے قانون کی رو سے مسلمان مرد کے لیے حلال ہوتی ہے۔ غیر اللہ کا قانون اس کو اس مرد کے لیے حرام اور دوسرے مرد کے لیے کس طرح حلال کر سکتا ہے؟ آپ پر جو مشکلات اور مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں وہ غیر اسلامی نظام کی اطاعت قبول کرنے کی قدرتی پاداش ہیں۔ اس سزا سے بچنے کے لیے اگر آپ غیر شارع کو شارع کا منصب دیں گے تو یہ اسی قسم کی حرکت ہوگی جیسے کوئی شخص ٹیکے کی مصیبت بچنے کے لیے چھت ہی گرا دے۔ ایک گناہ کی سزا سے بچنے کے لیے دوسرا گناہ اور عظیم ترین گناہ کرنا بچاؤ کی صورت نہیں ہے بلکہ اور زیادہ بربادی کی صورت ہے۔ بچاؤ کے سارے راستے بند ہیں۔ صرف ایک راستہ کھلا ہے اور وہ یہ ہے کہ غیر شارعی نظام کو مٹا کر اسلامی نظام قائم کرنے کے لیے جنگ کیجیے، اس کے لیے جیل جاییے، اس کے لیے لاٹھیاں کھائیے اس کے لیے سز تکڑے دیجیے۔ تمام قربانیوں کا مستحق ہی ایک مقصد ہے اور باقی سب جھوٹے مقاصد ہیں۔

خدا اور اس کے رسول کے احکام سے بغاوت کی دو مسلمانوں کی جماعت میں جس حد تک پہنچ چکی ہے اس کا اندازہ ایک واقعہ سے کیجیے جو ابھی پھلے ہی مہینہ میں پیش آیا ہے۔ اگرچہ جسم قومی کے ان ناصوروں کو بار بار دکھانا نہ میرے لیے خوشگوار ہے، نہ ان کو دیکھنا برادرانِ دینی ہی کے لیے خوشگوار

ہوسکتا ہے، مگر کیا کیجیے کہ یہ ناصور ہیں موجود، اور روز افزوں شدت کے ساتھ رس رہے ہیں، اس لیے آنکھیں بند کرنے سے کچھ حاصل نہیں۔ انھیں دکھانا اور بار بار دکھانا چاہتا ہوں کہ پورے جسم کے سڑنے سے پہلے مسلمان ان کی طرف متوجہ ہوں۔

ریاست کپور تھلہ میں سلطان پور لودی ایک پرانا تاریخی مقام ہے جہاں ہمارے رفیق مستری محمد صدیق صاحب کچھ عرصہ سے مسلمانوں کو اقامتِ صلوة کی تلقین کر رہے ہیں۔ اس تلقین و تبلیغ کے مقابلہ میں سب سے زیادہ جس خاندان نے انحراف و استکبار کیا وہ مقامی ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب اور ان کا خاندان تھا۔ مستری صاحب نے سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی، مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر کار انھوں نے باہر کے لوگوں سے مدد مانگی۔ چنانچہ مولانا حبیب الرحمن لودھیانوی اور یہ عاجز، دونوں سلطان پور پہنچے اور ہم نے انتہائی نرم طریقے سے افہام و تفہیم کی، لَعَلَّہٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰی۔ مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔ وہاں سے واپس آنے کے بعد جو اطلاعات مجھ تک پہنچیں وہ یہ ہیں کہ مستری صاحب نے حکم الہی کی تبلیغ برابر جاری رکھی، اور اس پر ان لوگوں کا استکبار یہاں تک بڑھ گیا کہ مار پیٹ پر اتر آئے۔ ادھر سے نہایت عاجزی و سکت کے ساتھ **وَاتَّقُوا وَالصَّلٰوةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُنْكَرِ** کا حکم سنایا گیا اور ادھر سے جواب میں ڈنڈے برسائے گئے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَاٰتٰی الْیٰدِ رَاجِعٰتٌ۔ کیا اس حد کو پہنچ کر بھی کوئی شخص مسلمان رہ سکتا ہے؟ اول تو عاۃ ترک نماز خود ایک ایسا فعل ہے جس پر ایمان کے مسلوب ہو جانے کا ظن غالب ہوتا ہے۔ تاہم زمانے بگڑے ہوئے حالات کی رعایت سے اس بارے میں حکم کو کچھ نرم کیا جاسکتا ہے۔ لیکن جب فرض یاد دلایا جائے اور اس کا جواب صریح انکار سے دیا جائے، اور جب انکار پر اتنا اصرار ہو کہ فرمان الہی سنانے والے کو مارا جائے تو بتائیے کہ ایسے دل میں ایمان کا شائبہ بھی ہو سکتا ہے؟ ایسے لوگ بھی مسلمان ہوں تو آخرنا مسلمان کون ہوں گے؟ مگر واقعہ یہ ہے کہ ہماری قوم میں ایسے ایک دو نہیں بکثرت لوگ شامل ہیں۔ کریدے نہیں گئے اس لیے ان کا حال چھپا ہوا ہے، اور محض گناہ گار مسلمان ہی سمجھ کر چھوڑ دئے جاتے ہیں۔ اگر کریدے جائیں تو صاف

کھل جائے کہ شدید قسم کے منافق ہیں جو مسلمان کی حیثیت سے ہماری قوم میں شامل ہیں۔ مسلمانوں کی معاشرے میں گھسے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں میں شادی بیاہ کر رہے ہیں۔ مسلمان بچوں کے معلم ہیں۔ قومی ادارات کے کرائم دستاویز ہیں۔ سیاسی مجالس میں قوم کے نمائندے ہیں۔ غرض ہر جگہ مسلمان کے طور پر لیے جا رہے ہیں۔ یہ نوکر و رکاب ^{غظرت} جسم جو آپ کو نظر آ رہا ہے اس کا پھیلاؤ بڑی حد تک اسی آماں، اسی سو جن کارہین منت ہے۔ اسی لیے جتنا اس جسم کا پھیلاؤ ہے اتنا اس میں زور نہیں ہے۔ سو بچے ہوئے جسم کا مٹا پا قوت کا نہیں، اٹل ضعف کا سبب ہوتا ہے۔

مردم شماری کا یہ عدد کثیر دراصل ان منافقین کی تعداد کثیر ہی بنا ہے، اور اسی نے ہم کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ ہم اس تعداد کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اللہ اکبر! ہم ہندوستان میں نوکر و رہیں۔ بھلا اتنی بڑی قوم بھی کہیں ^{اقلیت} *(HOPELESS MINORITY)* ہو سکتی ہے۔ مگر سوچنے کا مقام ہے کہ مسلمان اور وہ بھی نوکر و کسی ایک ملک میں موجود ہوں، اور ہران کے دبیدے وہ ملک لرزنا اٹھے، ان کے وزن سے اس ملک کا ہر ذرہ دبتا جائے، یہ کہیں ممکن ہے؟ کہیں یہ بات تصور میں بھی آ سکتی ہے کہ مسلمان اتنی بڑی تعداد میں ہو کر بھی غلام ہوں، بے وزن اور بے اثر ہوں؟ یہ دراصل ممکن ہی اس وجہ ہوا کہ اس مردم شماری میں اکثریت منافقوں کی ہے۔ خدا کے قانون سے بغاوت کرنے والے اس میں بھرے ہوئے ہیں۔ اس میں ان لوگوں کی کثرت ہے جن کو خدا کی اور اس کے قانون کی ذرہ برابر پروا نہیں۔ یہ بھاری بھر کم تعداد ایسے بہت لوگوں پر مشتمل ہے جو ہمارا جہ کپور تھلہ کے توپیر میوں تک کا حکم ماننے سے انکار نہیں کر سکتے اس لیے کہ وہاں سے روٹی بھی ملتی ہے اور جوتی بھی مل سکتی ہے، مگر خدا کو بڑے سے بڑے حکم کو بھی ٹھکرا سکتے ہیں اس لیے کہ نہ وہ انھیں روٹی دیتا نظر آتا ہے، اور نہ انھیں اس سے کسی ہرزاکا خوف ہے۔ اس قسم کے منافقین کی کثرت ہی ہمیں اس قدر کمزور کیا ہے۔ اگر یہ سب ہماری جماعت سے نکل جائیں اور حقیقی مسلمان نوکر و رہیں و لاکھ بلکہ اس سے بھی کم ہو جائیں تو خدا کی قسم ہمارا وزن موجودہ حالت کے بدرجہا زیادہ ہوگا اور ہم اب سے بہت زیادہ زور آور ہوں گے۔

مسلمانوں کو درحقیقت متبعین اسلام کی تعداد بڑھانے کی جس قدر ضرورت ہے اس سے زیادہ ضرورت اس کی ہے کہ منافقین کی اس بھرتی سے اپنی جماعت کو صاف کر دیں۔ ان کا نکلنا رحمت ہے اور ان کا شامل رہنا لعنت ہے۔ جن کی گردن خدا کے سامنے اکر تھی اور بندوں کے سامنے جھکتی ہے ان کی ہمیں قطعاً ضرورت نہیں۔ ہم کو صرف ان کی ضرورت ہے جو خدا کے سامنے جھکنے والے اور رب کے سامنے اکرٹنے والے ہوں۔ آنکھیں دیکھتے دیکھتے تھک گئی ہیں کہ جو لوگ قانون الہی سے کھلم کھلا باغی ہیں وہ نہ صرف مسلمانوں میں شامل ہیں بلکہ اسلام کے نام سے فائدہ اٹھانے میں سب سے پیش پیش ہیں۔ مسلم قوم کے نام پر حقوق لینے ہوں، روٹیاں حاصل کرنی ہوں، اعزاز اور مناصب اور کرسیاں طلب کرنی ہوں تو یہ درجہ اول کو مسلمان لیکن اسلامی عقائد اور اسلامی احکام کی پابندی کے لحاظ سے دیکھیے تو کسی درجہ مسلمان بھی نہیں، بلکہ اسلام سے، اس کے عقائد سے، اس کے احکام سے، اس کے شعائر سے غرض ہر چیز سے منحرف، اور صرف منحرف ہی نہیں بلکہ علی الاعلان باغی۔ اگر ان لوگوں میں کسی قسم کا اخلاقی احساس موجود ہوتا تو جس وقت یہ اپنے اندر یہ بات پاتے کہ اسلام کی اطاعت پر ان کا نفس آمادہ نہیں ہے، یا اسلام ان کے دل و دماغ میں نہیں اترتا اسی وقت اپنے غیر مسلم ہونے کا صاف اظہار کرتے اور مسلمانوں کی سوسائٹی سے الگ ہو جاتے۔ اس صورت میں ہم ان کو کم از کم انسانی احترام کا مستحق تو ضرور سمجھتے۔ لیکن جو طریقہ انہوں نے اختیار کر رکھا ہے وہ نہیں کسی عزت اور کسی احترام کا مستحق نہیں رکھتا اس لیے کہ منافق اور جاسوس کے لیے دنیا کے کسی قانون میں بھی کوئی حرمت نہیں۔ آزاد قوموں میں ایسے لوگوں کو پھانسی دی جاتی ہے۔ ہم آزاد نہیں تو کم از کم اتنا ہی کر سکتے ہیں کہ ان کو اپنی جماعت سے نکال باہر کریں، چاہے یہ ہمارے بھائی بند اور عزیز واقارب ہی کیوں ہوں

اسلام باپے بیٹے کو نطفہ میں نہیں ملتا کہ جو مسلمان کے گھر پیدا ہو وہ لامحالہ مسلمان ہی ہو۔ اسلام کو نسلی قومیت نہیں ہے کہ جس طرح انگریز بہر حال انگریز رہتا ہے خواہ اس کے عقائد اور اصول حیات کیسی ہی

ہوں، اسی طرح مسلمان بھی بہر حال مسلمان ہی رہے، خواہ وہ قرآن کی تعلیم اور اس کے احکام کا متبع ہو یا نہ ہو۔ جن لوگوں نے مسلمان کے معنی یہ سمجھے ہیں، اور اس بنا پر وہ اسلام سے باغی ہونے کے باوجود اپنے آپ کو نہ صرف مسلمان کہتے اور سمجھتے ہیں بلکہ مسلم قومیت کے علمبردار اور حقوق مسلمین کے وکیل بھی بنتے ہیں، ان سے صاف کہتا ہوں کہ وہ سخت غلطی پر ہیں۔ اسلام محض ایک عقیدہ، ایک مسلک اور ایک نظام زندگی ہے۔ جو اس کی صحت و صداقت پر ایمان لا کر اس کا اتباع کرتا ہے وہی مسلمان ہے، اور جو اعتقاداً و عملاً اس کا متبع نہیں وہ مسلمان بھی نہیں۔ اس کا باپ اگر اس مسلک کا پیرو تھا تو ضرور وہ مسلمان تھا لیکن اگر وہ خود اس کا پیرو نہیں ہے تو وہ مسلمان نہیں ہے اور مسلمانوں کی جماعت میں اس کا شامل رہنا سراسر ایک جھٹل ہے۔ سارے یارین کی اولاد اگر سوشلزم کی متقنہ ہو تو آپ انہیں محض اس بنا پر سوشلسٹ نہیں کہہ سکتے کہ ان کا باپ سوشلسٹ تھا۔ سیولینی کا بیٹا اگر فاشلزم کا متقنہ ہو تو آپ اسے فاشلسٹ نہیں کہہ سکتے، کیونکہ سیولینی کا خون چاہے اس کو نطفہ میں ملا ہو مگر فاشلزم تو نہیں ملا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اسلام بھی جب سی طرح ایک نسلی چیز نہیں بلکہ شعور اور نسلی چیز ہے، تو ان لوگوں کو مسلمان کہا جائے جو مسلمان ماں باپ کی اولاد ضرور ہیں مگر نہ اپنے شعور کے اعتبار سے مسلمان ہیں اور نہ مسلک کے اعتبار سے۔ اسی بنا پر تو قرآن نے حضرت نوح کے بیٹے پر اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اٰہْلِکَ اِنَّہٗ سَعَمَلٌ غَیْرٌ صٰحِحٌ کا حکم لگایا ہے۔

اگر کسی وکان پر آپ ولایتی سودیشی بھنڈا کا بورڈ لگا دیکھیں، یا کسی سوسائٹی کا نام اشتراکی مہاجروں کی جماعت "سین" تو یقیناً آپ کو یہ چیز مضحکہ انگیز معلوم ہوگی، کیونکہ یہ صریح تناقض بیان (CONTRADICTION IN TERMS) ہے۔ لیکن آپ "اسلامی بینک" اور "اسلامی انشورنس کمپنی" جیسے نام سنتے ہیں اور آپ ہنسی نہیں آتی، اور نہ اس میں آپ کو کسی قسم کا تناقض محسوس ہوتا ہے۔ آخر اس بے شعوری کی وجہ کیا ہے؟ صرف یہ کہ اسلام کے متعلق آپ کا تصور بالکل غلط ہے۔ آپ مسلمان زادے کو لازماً مسلمان سمجھتے ہیں، اور پھر

یہ مسلمان جو کچھ بھی کرے وہ آپ کے نزدیک اسلامی ہوتا ہے، خواہ وہ اصول اسلام کی عین ضد ہی کیوں نہ ہو۔ کچھ بعید نہیں کہ اس بے شعوری کی بنا پر آپ رفتہ رفتہ اسلامی شراہخانہ، اسلامی قحبہ خانہ، اسلامی قمارخانہ، اسلامی رقص گاہ وغیرہ ناموں کو سننے اور قبول کرنے کے لیے بھی تیار ہو جائیں!

مسلمانوں کی زندگی میں ہر طرف یہی تناقض مجھے نظر آ رہا ہے۔ ایک صاحب کسی ہوٹل میں بیٹھ کر خدا اور رسول کا مذاق اڑا رہے ہیں اور اسلام پر پھبتیاں کس رہے ہیں، مگر پھر بھی مسلمان ہیں۔ دوسرے صاحب مارکس پر ایمان لائے ہوئے ہیں اور محمد رسول اللہ کی تعلیم کے متعلق خود کہتے ہیں کہ میرے دماغ میں نہیں سکتی۔ مگر یہ بھی مسلمان ہیں۔ تیسرے صاحب سود کھاتے ہیں اور زکوٰۃ کا نام تک نہیں جانتے مگر یہ بھی مسلمان ایک اور بزرگ بیوی اور بیٹی کو میم صنایا شریعتی بنائے ہوئے سینما لیے جا رہے ہیں یا کسی رقص و سرود کی محفل میں صاحبزادی سے دایولین بجا رہے ہیں اور آپ کے ساتھ بھی لفظ مسلمان بدستور چکا ہوا ہے۔ ایک دوسرے ذات شریف کے لیے نماز روزہ، حج زکوٰۃ سب حرام اور شراب زنا سود اور ایسی ہی سب چیزیں حلال، ہلام اور اس کی تعلیمات کے متعلق ایک حرف نہیں جانتے، زندگی دیکھے تو ان میں اور ایک ہندو یا عیسائی یا پارسی کی زندگی میں رقی برابر فرق نہیں، مگر ان کو بھی مسلمان ہی کہا جاتا ہے۔ اسی طریقہ سے آپ اپنی جماعت کا جائزہ لیں گے تو اس میں بھانت بھانت کا مسلمان آپ کو نظر آئے گا۔ مسلمان کی اتنی قسمیں ملیں گی کہ آپ اس کا شمار نہ کر سکیں گے۔ اسلام کے گھر کو ایک چڑیا گھر سمجھ لیا گیا ہے کہ جس میں چیل، کوئے، گدھ، بٹیر، تیر اور ہزاروں قسم کے جانور جمع ہیں اور ان میں سے ہر ایک چڑیا ہے کیونکہ چڑیا گھر میں داخل ہے۔ خدارا کوئی بتائے کہ یہ ہر کیا مذاق ہے، اور تکب جاری رہے گا بکیریں نہ ہم اس چڑیا گھر کو توڑ دیں تاکہ اس چڑیا کی قومیت کا خاتمہ ہو جاوے اور چڑیا اپنی اپنی جنس سے جائے؟ یہ نا جنسوں کا اجتماع آخر کس معنی میں ہمارے لیے مفید ہے؟

ابھی ایک صاحب کا خط کیے پاس آیا جس میں انھوں نے مسلمانوں کو ایک بڑی مشہور لیڈر کے ساتھ اپنی گفتگو کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ یہ لیڈر ہمارے قومی حقوق کو علمبردار کبیر ہیں، اور اس حیثیت سے ان کو مسلم کبیر ہونا چاہیے تھا۔ مگر خیال لایا ہے کہ سیا اور نڈ کو لگاتار

چاہیے، اودیل میں لاتی ہیں کمال انا ترک کی سنت۔

میں مراسلہ نگار کو جواب دے کہ اپنے ان لیدر صاحب نے کہتے ہیں کہ تم جاہل ہو اور تمہارا وہ ائمہ جن کی سنت کا تم اتباع کر رہے ہو تم سے بڑے جاہل تھے ہو سکتا ہے کہ تم کسی دوسری چیز کو عام بلکہ باہر ہو، مگر اسلام میں ^{یقیناً} تمہارا حیثیت جاہل مطلق کی ہے تم کہتے ہو کہ سیاست کا تعلق اسلام کاٹ دینا چاہیے۔ بہت اچھا۔ مان لیا کہ کاٹ دینا چاہیے مگر بتاؤ کہ زندگی کی کس چیز کا تعلق تم اسلام قائم رکھنا چاہتے ہو تمدن و معاشرہ کا؟ معاشی معاملات کا؟ اخلاق و آداب؟ تعلیم کا؟ اجتماعی قوانین کا؟ ایک ایک چیز کو حق میں تمہارا یہی فیصلہ ہے کہ اسے بھی کاٹو، اور عملاً تم کاٹ چکے ہو تھوڑے دیر کے لیے ہم مانتے ہیں کہ یہ سب چیزیں بھی اسلام الگ کر دی جائیں۔ اچھا اب ان چیزوں کے متعلق کہو جن کو تم کہتے ہو کہ یہ مذہب میں عقائد و ان کے متعلق تم کہتے ہو کہ خیالات جدید (MODERN THOUGHT) معیار حق ہیں۔ جو باتیں ان کے مطابق ہیں وہ تو اسلام میں رہیں اور جو ان کے خلاف ہیں وہ نکالی جائیں یا بدلی جائیں۔ اور لطف یہ ہے کہ اگر تم سوچو چھپا جا کہ اسلام میں کیا چیزیں خیالات جدید کے موافق ہیں، وہی بتا دیجو؟ تو تم اس کا جواب بھی نہیں دے سکتے، حتیٰ کہ اسلام کے متعلق تم اس کے سوا کچھ نہیں جانتے کہ اسلام وہی ہے جو کہ اسلام ہے! اس کے بعد احکام اور فرائض کا سوال سنا آتا ہے ان میں کس چیز کی پابندی کے لیے تم تیار ہو؟ نماز کی؟ روزہ کی؟ حج کی؟ زکوٰۃ کی؟ کسی چیز کی پابندی کے لیے بھی تم تیار نہیں۔ حقیقت ان کو تم فرض ہی نہیں جانتے۔ اچھا؟ اس باب میں تمہارا فتوے یہ ہے کہ یہ کوئی مذہبی چیز نہیں۔ محض ایک تمدنی معاملہ ہے۔ مسلم اور غیر مسلم کو درمیان بھی ہو تو مضامین نہیں۔ او اس ڈگری سے نکل کر بھی کچھ خوش طبعی کرنی چاہیے تو دنیاوی خیالات کی پیروی نہ کرنی چاہیے کہ اس پر ناک بھونچ جائے۔ اب ارشاد ہو کہ یہ سب چیزیں نکل جانے کے بعد اسلام ہے کیا چیز؟ اس میں رہ کیا جاتا ہے؟ فقط نام؟ یہ ہم نے سنی ہے جس کے علمبردار بن کر آپ اٹھے ہیں؟ اس نام کے لیے ہم دنیا بھر سے لڑائی مول لیں؟ اس کے لیے ہم ہر ایک قوم سے الگ اپنی جمعیت بنائیں؟ اس کے لیے تمہاری جلوس نکالیں اور تمہیں جھنڈے پر چڑھائیں؟ یہ تمہاری چیخ پکار اور یہ تمہاری بلند آہنگیاں اس کے لیے ہیں؟

یہ لوگ علم سے تو محروم ہیں ہی۔ مگر ان غریبوں کو معمولی عقل عام سے بھی کوئی بہرہ نہیں ملا۔ یہ شوشل سائنس نہیں کہہ سکتے کہ تو سوشلزم کو سیاست اور معیشت اور تمدن الگ کر دے۔ یہ نازی اور فاشیست نہیں کہہ سکتے کہ تو نازی اور فاشیست

کا تعلق تمدنی نظریات اور سیاسی اور معاشی معاملات کاٹھے۔ اگر ان کے سامنے ایسی کوئی تجویز پیش کی جائے تو یہ خود سن کر ہتھیار لگائیں گے اور کہیں گے کہ تمہارا دماغ خراب ہوا ہے۔ یہ غیر معقول بات تمہاری ذہن میں آئی کیسے کہ سوشلسٹ کی سیاست یا اس کی معیشت سوشلزم سے الگ ہو سکے؟ ان چیزوں کی نفی خود سوشلزم کی نفی ہے، اور سوشلسٹ ان کی نفی قبول کر کے سوشلسٹ رہ کیسے سکتا ہے؟ وہ جب دوسرے کسی نظام کے اصول اور نظریات اختیار کر لے گا تو غیر سوشلسٹ ہو جائے گا۔ آپ جب چاہیں اس قسم کی کوئی تجویز ان کو سامنے پیش کر کے دیکھ لیں۔ ان کی طرف سے جو جواب میں دے رہا ہوں، لفظ بلفظ یہی جواب غم و انداں کے ساتھ آپ سن لیں گے۔ مگر عقل کو دشمن جو اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہیں، سوشلسٹ اور نازی و فاشسٹ کی پوزیشن تو سمجھ لیتے ہیں، البتہ مسلمان کی پوزیشن نہیں سمجھ سکتے۔ ان کی عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ سیاست میں غیر مسلم معیشت میں غیر مسلم، تمدن و معاشرت میں غیر مسلم، اخلاق اور قانون میں غیر مسلم، افکار اور نظریات میں غیر مسلم، عقائد اور اعمال میں غیر مسلم ہونے کے بعد آدمی مسلم کیسے ہو سکتا ہے؟ اسلام جن عناصر مرکب ہے وہ سب نکل جائیں اور پھر اسلام بدستور قائم کا قائم رہے۔ مسلم جن خیالات کے معتقد اور جن اصولوں کو پیرو کا نام ہے وہ سب اس سے سلب کر لی جائیں اور پھر وہ مسلم بھی کہلائے۔ کیسی متناقض بات ہے؟ ان لوگوں کا دماغ خراب نہیں ہوا تو اور کیا ہوا ہے کہ یہ مسلمان سے کہتے ہیں کہ تو غیر مسلم ہو جا اور پھر مسلمان بھی رہے؟

یہ ان لوگوں کا حال ہے جو مسلمانوں کی کشتی کے کھو یا بنے ہوئے ہیں۔ سبحان اللہ! ایسا وقت آنا بھی ہماری قسمت میں لکھا تھا کہ گندے پانی کے نہنگ کشتی اسلام کے ملاح بنیں۔

تغور تو اسے چسرخ گرداں تغور

عجیب فتنہ کا دور ہے جو زبانیں اس لائق بھی چھین کر اسلام کا پاک نام ڈسکیں وہ اس کی ویل، اس کی نقیب اور اس کی حمایت کی ذمہ دار بنی ہیں۔ منافق افراد سے قوم بھری ہوئی ہے۔ روسائے منافقین ہنایا ان قوم بنے ہوئے ہیں اسلام کا علم رکھنے والے عیال پوشوں پر قومیت متحدہ کا بھوت سوار ہے۔ ان کی غیرت ایمانی اتنی سرسوتھی ہے کہ کفار کو اپنا امام ماننے میں بھی تامل نہیں کرتی۔ خبا کہ سوا کون ہے جس سے فریاد کی جائے۔ یا تو وہ ہمیں سن پا کر دنیا اٹھالی، یا پھر اتنی طلبتے کہ ان روز فتوں کا کچل لیں۔